

مانعین زکوٰۃ کے خلاف صدیق اکبر رض کا جہاد

رفیع اللہ

امت مسلمہ کو آج تک جن عظیم فتنوں سے دو چار ہونا پڑا ہے ، ان میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ ارتداد تھا جس نے حضور صلعم کی وفات کے فوراً بعد امت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق کا تدبیر اور ان کی دور اندیشانہ نظر تھی جس نے اس فتنہ کا بالکل قلع قمع کر دیا ورنہ معلوم نہیں مسلمانوں کو کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ زمانے کے ساتھ ساتھ اس واقعہ کی تاریخی تفصیلات بھی ذہنوں سے محو ہوتی چلی گئیں اور اس کا سطحی سا تصور باقی رہ گیا جس کی وجہ سے اکثر اس واقعہ سے غلط استدلال کیا جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ بعض حضرات نے تو اس سے قتل ناحق جیسے اہم معاملات کا جواز نکالنے کی کوشش کی ہے ۔ چنانچہ ایک ”عالم قانون اسلامی“ فرماتے ہیں ۔

”مگر ان سب نظیروں سے بڑھ کر وزنی نظیر اہل ردہ کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق کا جہاد ہے اس میں صحابہ کرام کی پوری جماعت شریک تھی ۔ اس سے ابتدا میں کسی نے اگر اختلاف کیا بھی تھا تو بعد میں وہ اختلاف اتفاق سے بدل گیا تھا ۔ لہذا یہ معاملہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ جن لوگوں نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی تعلیم پائی تھی ان سب کا متفقہ فیصلہ یہ تھا جو گروہ اسلام سے بھر جائے اس کے خلاف اسلامی حکومت کو جنگ کرنی چاہئے ۔ (۱)

(۱) ”مرتد کی سزا اسلامی قانون میں“ از مولانا مودودی صفحہ ۲۳

اس واقعہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ لوگ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے مرتد قرار دے دیئے گئے تھے لہذا قتل کے مستحق ٹھہرے۔ اس لئے جو شخص بھی دین بدلے، اس کی سزا قتل ہے۔ چاہے اس کا فعل نیک نیتی پر مبنی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ شریعت نے جس مرتد کے قتل کا حکم دیا ہے اس کے متعلق یہ واضح تصریح کی گئی ہے کہ دین بدلنے کے ساتھ ہی وہ مسلمانوں کے خلاف بوسر پیکار ہو جائے۔ ”رجل خرج من الاسلام فيحارب الله عز وجل و رسوله - (۲) چونکہ یہاں یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے اس لئے اس کی تفصیلات میں جانے سے خلط مبعث ہو جائے گا۔ اشارتاً یہی کافی ہے کہ ایسا مرتد اس وقت مستوجب قتل ہوگا جب وہ مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھائے گا۔ مانعین زکوٰۃ بھی اس جرم کے مرتکب ہوئے تھے لیکن ان کے جرم کا یہ پہلو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں کفر سازی کے سلسلے میں جس غیر ذمہ داری اور غلو سے کام لیا جاتا ہے اس سے شائد ہی کوئی فرد بشر ناواقف ہوگا اور شائد ہی کوئی کام کا آدمی اس اندھی تلوار کے وار سے بچا ہو۔ اگر خدا نخواستہ ایسے لوگوں کو بھی ”اختیار“ کے اظہار کا موقع مل جائے تو امت کا جو حشر ہوگا اس کے متعلق کسی قیاس آرائی کی ضرورت نہیں۔ یعنی اب جس شخص پر کفر کا فتویٰ لگا کر چھوڑ دیا جاتا ہے اس وقت ایسا کرنے کے بعد اس کی جان بخشی بھی مشکل ہو جائے گی۔ اور یہ سب کچھ سچے دین اسلام کے نام پر ہوگا، جس نے دنیا کو احترام انسانیت کا سبق دیا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم واقعہ کی تاریخی تفصیلات سے عامۃ الناس کو روشناس کرایا جائے۔

مانعین زکوٰۃ کے متعلق عام طور پر یہ ذہن نشین کرایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا جرم صرف یہی تھا کہ انہوں نے نہ صرف زکوٰۃ ادا کرنے سے معافی چاہی تھی جس کی وجہ سے وہ مرتد قرار دے دیئے گئے تھے ویسے وہ بڑے بے ضرر انسان تھے اور یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق نے صرف زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ

سے ان کے خلاف جہاد کیا تھا۔ اس سلسلے میں عام طور پر ان کا یہ فرمان نقل کیا جاتا ہے کہ اگر ان لوگوں نے عقال (اونٹ باندھنے کی رسی) دینے سے بھی انکار کیا تو ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔

اب چونکہ عقال کا زکوٰۃ میں دینا لازمی نہیں ہے اس لئے اس بنا پر لڑائی بھی جائز نہیں۔ اسی بنا پر علماء نے اس کے معنی پر خوب خوب بحثیں کی ہیں اور اس کے دوسرے معانی متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ شوکانی اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”فذهب جماعة الى ان المراد بالعقال زكاة عام قال النووي وهو معروف في اللغة كذلك - وهذا قول الكسائي والنصر بن شميل وابي عبيد والبرد وغيرهم من اهل اللغة وهو قول جماعة من الفقهاء قال والعقال الذي هو الحبل تعقل به البعير لا يجب دفعه في الزكاة فلا يجوز القتال عليه -“ (۳)

”اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک عقال سے مراد عام زکوٰۃ ہے۔ امام النووي فرماتے ہیں کہ یہ لغت میں اس معنی میں مشہور ہے اور یہی قول الکسائی، نصر بن شميل، ابو عبيد، علامہ البرد اور دوسرے اہل لغت کا ہے۔“

فقہاء کا ایک گروہ بھی اس کے یہی معنی لیتا ہے۔ کیونکہ عقال جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے، وہ زکوٰۃ میں واجب الادا نہیں۔ اس لئے اس کے لئے قتال بھی جائز نہیں۔ تاہم جو اہل علم اس سے اونٹ باندھنے کی رسی مراد لیتے ہیں وہ اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ چونکہ اس سے مبالغہ مراد ہے اس لئے حقیر سے حقیر چیز کا ذکر کیا گیا ہے اور اگر اس سے عام صدقہ کے معنی مراد لئے جائیں تو مبالغہ کا مفہوم حاصل نہیں ہوتا۔

بہر حال عقال کا جو مفہوم بھی لیا جائے، یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مانعین زکوٰۃ کوئی بے ضرر انسان تھے اور صرف زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے

انہیں مرتد قرار دیکر ان کے خلاف جہاد کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ زکوٰۃ کے انکار کے ساتھ ہی انہوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے ان کے خلاف تلوار بھی اٹھائی جیسا کہ بخاری شریف کے شارح علامہ عینی فرماتے ہیں:

انما قاتل الصديق مانعي الزكوة لانهم امتنعوا بالسيف
ونصبوا الحرب للامة (۴)۔

حضرت ابو بکر صدیق نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف اس لئے جہاد کیا کہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ زکوٰۃ کا انکار کیا اور مسلمانوں کے لئے لڑائی کا بازار گرم کیا۔

عہد رسالت کے بہت سے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ صرف زکوٰۃ نہ لینے سے کسی کی خلاف جہاد واجب نہیں ہو جاتا۔ حضور صلعم نے ایسے لوگوں سے کسی قسم کا تعرض نہ فرمایا بلکہ متعدد ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپ نے ایسے لوگوں کی بیعت تک قبول فرمائی۔

پہلا واقعہ

”عن نصر بن عاصم الليثي عن رجل منهم انه اتى النبي
على ان يصلي صلوتين فقبل منه - رواه احمد - وفي لفظ له ان
لا يصلي الا صلوة فقبل منه (۵)

نصر بن عاصم الليثی اپنے میں سے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا تو آپ نے اسے منظور فرمالیا۔ احمد نے اسے روایت کیا۔ دوسری روایت میں صرف ایک نماز کا ذکر ہے جسے رسول اللہ صلعم نے قبول فرمالیا تھا۔

(۴) عینی شرح صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۳۹۔

(۵) نیل الاوطار جلد ۷ صفحہ ۲۱۰۔

دوسرا واقعہ

عن وهب قال سألت جابرًا عن شان ثقیف اذا بايعت فقال
اشترطت على النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا صدقة
عليها ولا جهاد و انه سمع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بعد ذاك يقول ويتصدقون ويجاهدون - رواه ابو داؤد

حضرت وهب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر سے قبیلہ
ثقیف کی بیعت کے واقعہ کے متعلق دریافت کیا - تو انہوں نے بتایا
کہ انہوں نے صدقہ اور جہاد سے معافی کی شرط پر بیعت کی اور یہ کہ
اس کے بعد اس نے حضور صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مستقبل
قریب میں یہ لوگ (خود بخود) صدقہ بھی دیں گے اور جہاد
میں بھی حصہ لیں گے - (۶)

ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ شوکانی فرماتے ہیں :

هذه الاحادیث فیہا دلیل علی انه يجوز مبايعة الکافر و
قبول اسلام منه وان شرط شرطاً باطلاً

کہ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کسی کافر کا قبول اسلام
باطل شرط کے ساتھ بھی جائز ہے - (۷)

مرتدین کی شرائط کا انکار

دراصل مرتدین نے مسلمانوں کی کمزوری جانچنے کے لئے نماز اور زکوۃ
سے معافی چاہنے کا بہانہ بنایا - جب ان کا وفد اس مقصد کے لئے حضرت
ابو بکر صدیق سے بات چیت کرنے آیا تو آپ نے ان کے خطرناک ارادے کو بھانپ
لیا اس لئے ان کی شرائط کو بالکل رد کیا حالانکہ باقی صحابہ ان کی شرائط مان
لینے کے حق میں تھے - چنانچہ اس وفد کے چلے جانے کے بعد حضرت ابو بکر

(۶) یضاً -

(۷) ایضاً -

صدیق نے صحابہ کرام کو ان الفاظ سے خطاب فرمایا -

ان الارض كافة وقد رأى وفد هم منكم قلة وانكم لا تدرون
أليلاً توتون ام نهراً وادناهم منكم على برید وكان القوم
ماثلون ان نقبل منهم ونوادعهم وقد ابينا عليهم ونبدنا
اليهم عهد هم فاستعدوا -

معلوم ہونا چاہئے کہ ملک اب کافر ہو گیا ہے اور ان کے وفد
نے تمہاری قلت کا اندازہ کر لیا ہے۔ اس لئے اس بات کا ہر وقت
اندیشہ ہے کہ وہ رات کو یا دن کو کسی وقت حملہ کر دیں۔ ان کا
قریبی لشکر ہم سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے۔ رفقاء اس بات پر
ماثل تھے کہ ہم ان کی شرائط مان لیں اور ان سے معاہدہ کر لیں
لیکن ہم نے اس سے انکار کر دیا اور ان کا عہد انہیں لوٹا دیا۔
پس تم ان کے حملہ کا جواب دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ (۸)

حضرت ابو بکر صدیق نے تو ان کی گفتگو سے یہ اندازہ فرمالیا تھا کہ
یہ لوگ شر پر آمادہ ہیں۔ لیکن پھر بھی پہل مسلمانوں کی طرف سے نہیں
ہو رہی۔ مسلمان صرف مدافعت کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ چنانچہ صدیق اکبر
کا خدشہ صحیح ثابت ہوا اور تین چار دن کے بعد انہوں نے مدینہ شریف پر
چڑھائی کی۔ طبری کی روایت ہے:

فما لبثوا الا ثلاثاً حتى طرخوا المدينة غارة مع اليل وخلفوا
بعضهم بذی حسی لیکونوا لهم رداً -

اور تین ہی دن گزرے تھے کہ انہوں نے رات کے وقت مدینہ شریف پر
چھاپا مارا اور لشکر کے ایک حصے کو ذی حسی میں چھوڑ آئے تاکہ وہ ان کے
پیچھے حفاظت کریں۔ (۹)

(۸) تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۸۷۵ -

(۹) ایضاً صفحہ ۱۸۶۵ -

اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ان تمام مسلمانوں کو تیغ کر دیا جنہوں نے راہ ہدایت کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں -
 فوثب بنو ذبیان و عبس علی من فیہم من المسلمین و فعل ذلک غیرہم من المرتدین - (۱۰)

رسول اللہ صلعم کی وفات کی خبر سنتے ہی قبیلہ بنو ذبیان اور عبس نے اپنے اپنے قبیلہ کے بقیہ مسلمانوں کو (جنہوں نے مرتد ہونے سے انکار کر دیا تھا) حملہ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسرے قبائل نے بھی اپنے اپنے قبیلہ کے بقیہ مسلمانوں کے ساتھ یہی سلوک کیا۔

تاریخ کی تمام مستند کتابوں میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ مورخ طبری نے بھی کم و بیش یہی الفاظ درج کئے ہیں۔

فوثب بنو ذبیان و عبس علی من فیہم من المسلمین

و قتلوہم کل قتلة و فعل من و راء ہم فعلہم - (۱۱)

بنو ذبیان اور عبس کے لوگ اپنے اپنے بقیہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بری طرح قتل کیا۔ دوسرے مرتدین نے بھی ان کے فعل کی پیروی کی۔

کیا ان سنگین حالات کے بعد بھی کسی انتظار کی گنجائش تھی۔ بعض روایات میں تو یہاں تک آتا ہے کہ ان ظالموں نے بیکس مسلمانوں کو قتل کرنے کے بعد ان کے جسم کا مشلہ کیا یعنی ان کے مختلف اعضاء کاٹ لئے اور ان کو آگ میں جلا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں کو شکست ہوئی تو سیف اللہ حضرت خالد بن ولید نے اس وقت تک ان کو معافی دینے سے انکار کر دیا، جب تک کہ وہ ان مجرموں کو پیش نہ کر دیں جنہوں نے بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر کے ان کا مشلہ کیا تھا۔ طبری نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

(۱۰) تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۶۶۔

(۱۱) تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۸۷۔

ولم یقبل خالد (بعد ہزیمتہم) من احد من اسد و غطفان و سلیم ولا طئی
الا ان یا تو الذین حرقوا و عدوا علی اهل الاسلام فی حال ردتہم - (۱۲)

یعنی جب قبیلہ اسد غطفان ہوازن سلیم اور طئی کو شکست ہو گئی تو
حضرت خالد بن ولید نے ان کو معافی دینے سے انکار کر دیا، جب تک کہ وہ
ان لوگوں کو پیش نہ کریں جنہوں نے مرتد ہوجانے کے بعد مسلمانوں
کو آگ میں جلایا تھا، ان کا مثلہ کیا تھا اور ان پر طرح طرح کے مظالم
ڈھائے تھے -

ان تاریخی تفصیلات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ان
لوگوں کا اصلی جرم کیا تھا اور ان کے خلاف کیوں جنگ کی گئی۔ اور اس کے
بعد قارئین ہی یہ فیصلہ کریں کہ اس واقعہ میں کہاں تک قتل مرتد کے
جواز کی تائید ملتی ہے - (۱۳)

* * *

[جہاں تک پانچ فرض نمازوں کے بجائے ایک یا دو نمازیں
پڑھنے کی اجازت دینے اور صدقہ اور جہاد سے مستثنیٰ کرنے کا
سوال ہے، ظاہر ہے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سے
مقصد کفار کی تالیف قلب تھی - کیونکہ آپ ص جانتے تھے کہ
جیسے ہی وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے - لازماً وہ فرائض
دینی کے عادی ہوجائیں گے - گویا اس رعایت کی حیثیت
عارضی تھی -

مانعین زکوٰۃ کے خلاف فوج کشی کرنے کی دوسری وجہ یہ
بھی ہو سکتی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک باقاعدہ مرکزی حکومت
کا قیام عمل میں آچکا تھا، اور زکوٰۃ دینے سے انکار دراصل اس
مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار تھا، جسے آج کل بغاوت
کہا جاتا ہے - [مدیر

(۱۲) تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۶۰۰ -

(۱۳) قتل مرتد سے ہماری مراد یہ ہے کہ اپنے مسلک کے مخالف کو کافر قرار دیکر اس پر
قتل مرتد کے احکام کا اطلاق کیا جائے (۱-۲)